اقبال کا فکری ارتقا

روبینہ کوثر

Robina Kausar

Ph. D Scholar, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad.

Abstract

Iqbal is one of those poets whose poetry produced new awareness in Muslims. Iqbal's poetry provided new awareness to world and awareness to Muslims of their changing values. He has gained important room as a national leader. He addressed Muslims to remain in link with their own civilization and addressed to follow the good qualities of western civilization. There is no doubt that Iqbal was one of those poets and philosophers who were always in favour of the greatness of Islam and Muslims. The most important role in Iqbal's poetry is of his attention. Poetical greatness of his poetry cannot be understand until we consider the evolution of his attention.

اقبال ان شاعروں میں سے ہیں جن کی شاعری کی بدولت مسلمانوں کو نیا شعور حاصل ہوا۔ اقبال نے اپنی شاعری سے دنیا کو نئی آگاہی اور مسلمانوں کو بدلتی ہوئی اقدار کا شعور عطا کیا۔ وہ ایک ملی راہنما کی حیثیت سے اہم مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری میں مسلمانوں کو اپنی تہذیب سے وابستہ رہنے کو بھی کہا اور مغربی تہذیب کی خوبیوں کو اپنانے کا بھی درس دیا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک مقصدی شاعر و فلاسفر تھے جو اسلام اور مسلمانوں کی سر بلندی چاہتے تھے اور مسلمانوں کو اس غلامی کے دور سے نکالنا چاہتے تھے جس کو وہ اپنا مقدر سمجھ بیٹھے تھے۔ اقبال نے مسلمانوں کے مسائل کو سمجھا اور پھر ایک فلسفی شاعر کی حیثیت سے اپنی شاعری میں ان کو بیان کیا۔ اقبال کی شاعری میں بہت اہم کردار ان کی فکر کا ہے ان کی شاعری کی شاعرانہ عظمت کو تب تک نہیں سمجھا جا سکتا جب تک ان کے فکری ارتقا کو نہ دیکھا جائے۔ پروفیسر فتح محمد ملک لکھتے ہیں:

''اقبال ایک ایسے فرد ثابت ہوئے جنھوں نے اپنے فکر و عمل سے اپنی قوم کے مقدر کو بدل کر رکھ دیا۔ علامہ اقبال اس اعتبار سے اپنی مثال آپ ہیں کہ نہ تو ان سے پہلے اور نہ ہی ان کے بعد آج تک پوری انسانی تاریخ میں کوئی ایسا شاعر گزرا ہے جس کے افکار سے ایک نئے ملک کا جغرافیائی وجود پھوٹا۔''(۱)

اقبال نے شاعری کا آغاز انھی دنوں کیا جب وہ سیالکوٹ شہر میں زیرِ تعلیم تھے اور ابھی لاہور نہیں گئے تھے اور زمانہ طالب علمی میں سیالکوٹ میں ہونے والے مشاعروں میں شرکت کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد جب وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے لاہور منتقل ہوئے تو ان کی شاعرانہ صلاحیتیں خوب ابھر کر سامنے آئیں۔ لاہور میں مختلف جگہوں پر شاعرانہ محفلوں کا انعقاد کیا جاتا تھا۔ اقبال کی شاعری کے ابتدائی ایام کو محمد حنیف شاہد ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''اقبال طالب علمی کے زمانے میں گورنمنٹ کالج ہاسٹل کے کمرہ نمبر ا میں قیام پذیر تھے۔ اس زمانے میں اکیلے کمرے کو ''کواڈرینگل'' کہتے تھے، اس اکیلے کمرے کو یہ خصوصیت حاصل تھی یہ شعر و شاعری کا مرکز بنا رہتا۔ نوآموز شعرا اپنا کلام سنا کر طالب علم دوستوں سے داد حاصل کرتے تھے۔ اقبال بھی دوستوں کی اس محفل میں شریک ہوتے، شعر پڑھتے اور داد پاتے۔ عام طور پر مشاعروں میں نہ جاتے تھے لیکن بعض اوقات ان کے ہم جماعت مجبور کر کے کسی مشاعرے میں بھی لے جاتے۔''(۲)

یہ وہ دور تھا جب مرزا ارشد گورگانی دہلوی، میر ناظم لکھنوی جیسے پختہ کلام شاعر مشاعروں میں شرکت کیا کرتے تھے، اور مختلف جگہوں پر مشاعروں کا انعقاد کیا جاتا تھا جن میں اکثر اقبال بھی شرکت کرتے تھے۔ شیخ عبدالقادر لکھتے ہیں:

''۱۹۰۱ء سے غالباً دو تین سال پہلے میں نے انھیں پہلی مرتبہ لاہور کے ایک مشاعرے میں دیکھا، اس بزم میں ان کو چند ہم جماعت کھینچ کر لے آئے اور انھوں نے کہہ سن کر ایک غزل بھی ان سے پڑھوائی۔''(۳)

ان شاعروں کے توسط سے اقبال کی ملاقات مرزا ارشد گورگانی سے بحیثیت ایک نوخیز شاعر کے ہوئی۔ اقبال نے اپنی شاعری کی اصلاح بھی ان سے کروائی۔ ابتدا میں اقبال صرف غزلیات کہا کرتے تھے۔ ایک مشاعرے میں اپنی غزل کا جب یہ شعر پیش کیا تو ہر طرف سے تعریف و داد وصول کی:

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے(۴)

اس شعر کا سننا تھا کہ ہر طرف سے خوب داد وصول ہوئی اور مرزا ارشد گورگانی کا کہنا تھا کہ

اقبال کا شمار مستقبل کے عظیم شعرا میں ہوگا۔ اس کے بعد اقبال کی فکر کی دھوم عوامی حلقوں سے نکل کر لاہور کے کالجوں کی ادبی مجلسوں میں ہونے لگی۔ انھی دنوں اقبال نے اپنی نظم ''ہمالہ'' سنائی جسے خوب پذیرائی ملی۔ اقبال کی یہ پہلی تخلیق تھی جو شیخ عبدالقادر کے رسالہ ''مخزن'' میں اشاعت پذیر ہوئی۔ اس کے بعد ''شکوہ''، ''جوابِ شکوہ''، ''نالہ یتیم'' پیش کیں اور خاص وعوام ان کی شاعری کے معترف ہوگئے۔ ڈاکٹر ریاض فکرِ اقبال کے متعلق لکھتے ہیں:

''اقبال فطری اور قادرالکلام شاعر تھے، ان کی شاعری کا سکہ بیسویں صدی کے آغاز سے پہلے ہی رواں ہو چکا تھا۔ اقبال کی شاعری ابتدا سے ہی بامقصد رہی ہے۔ وطن دوستی، مقام بیداری اور مسلمانوں کے معاملات ومسائل سے خصوصی لگاؤ، ان کی ابتدائی شاعری کے چند مقاصد کہے جاسکتے ہیں۔''(۵)

اقبال کی فکر کے اثرات صرف ہندوستان کے مسلمانوں تک محدود نہیں کیے جاسکتے بلکہ اقبال کی نظر تمام عالمِ اسلام پر تھی۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے جو پیغام دیا وہ دنیا کے سارے مسلمانوں کے لیے تھا:

قوم مذہب سے ہے ، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں ، محفلِ انجم بھی نہیں(۶)

اقبال کی شاعری کے ابتدائی دور میں اقبال نے روایتی مضامین ہی باندھے اور داغ دہلوی سے بھی اصلاح لی۔ اس کے بعد انھوں نے نظم لکھنے کی طرف توجہ دی اور بچوں کے لیے بہت سی نظمیں لکھیں جن میں ''مکڑا اور مکھی''، ''ایک پہاڑ اور گلہری''، ''بچے کی دُعا''، ''ماں کا خواب''، ''ہمدردی'' اور ''ایک گائے اور بکری'' شامل ہیں۔ اقبال کی ابتدائی شاعری میں ایران کے صوفیانہ تصورات کا اثر بھی ملتا ہے کیونکہ فارسی کلام کا سارا سرمایہ ان کے سامنے تھا۔ اس لیے ممکن نہ تھا کہ وہ اس سے استفادہ نہ کرتے، اقبال کی ابتدائی دور کی نظمیں اس لیے اہمیت کی حامل ہیں کہ ان میں اقبال کے فلسفۂ خودی کے کئی عناصر کا ذکر موجود ہے۔

اقبال کے فکری ارتقا کا جائزہ لیا جائے تو یہ بہت بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ان کے ہاں فلسفہ خودی کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے جس میں انھوں نے انسان کی استعداد، فضیلت اور صلاحیتوں پر بڑا زور دیا ہے۔ خودشناسی سے ہی انسان اپنی صلاحیتوں کو پہچان کر دنیا کے سامنے اپنے ہونے کا احساس دلاسکتا ہے۔ ان کی نظم ''انسان اور بزمِ قدرت'' میں فلسفۂ خودی کی ابتدائی صورت دیکھی جاسکتی ہے۔

فکرِ اقبال میں وطن پرستی کا جذبہ اہم حیثیت رکھتا ہے۔ وہ ہندوستانی وطنیت پر ایمان رکھتے تھے:

چین و عرب ہمارا ، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا(۷)

اسی جذبے کے تحت انھوں نے ''ترانہ ہندی''، ''ہندوستانی بچوں کا گیت''، ''نیا شوالہ'' اور''صدائے درد'' لکھی جس کے نتیجہ میں ہندو اور مسلم دونوں قومیں انھیں اپنا قومی شاعر تصور کرنے لگیں۔اقبال اس دور کے ہندوستانیوں کی حالتِ زار جب دیکھتے تو ان کا دل خون کے آنسو روتا:

دُعا یہ تجھ سے ہے یارب کہ تاقیامت ہو
ہماری قوم کا ہر فرد قوم پر مفتوں(۸)

سفر یورپ کے بعد اقبال کے فکری ارتقا میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔اب ان پر یہ راز کھولا کہ زندگی مسلسل جدوجہد، حرکت اور تگ و دو کے سوا کچھ بھی نہیں ۔اقبال نے اپنے وطن کے نوجوانوں کو اپنی صورتِ حال درست کرنے کی تلقین کی اور انھوں نے اپنی شاعری میں ایک شاعری کی حیثیت سے کم اور پیامبر کی حیثیت سے زیادہ کردار ادا کیا:

''مسلمانوں کا حال دیکھا تو ان کی حالت نہایت مخدوش نظر آتی ہے ۔ یہ بدقسمت قوم حکومت کھو بیٹھی ہے۔صنعت کھو بیٹھی ہے۔تجارت کھو بیٹھی ہے۔ اب وقت کے تقاضوں سے غافل اور افلاس کی تیز تلوار سے مجروح ہو کر ایک بے معنی توکل کا عصا ٹیکے کھڑی ہے۔''(۹)

اقبال نے اپنی نظم ''طلبہ علی گڑھ کے نام'' میں بھی یہی پیغام دیا اور ان کی فکر پہ اسلامی فلسفہ کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔وہ مسلمان نوجوانوں کو اسلامی تہذیب و روایات کے اپنانے کا درس دیتے ہیں۔''بانگِ درا'' میں لکھتے ہیں:

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی ، دین بھی ، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی ، اللہ بھی ، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک(۱۰)

اقبال کو شدت سے اس بات کا احساس تھا کہ مسلمان اپنے مقصد میں اتحاد و یگانگت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتے ۔اسلامی قومیت کا یہی جذبہ تھا جس نے ان کے تصورِ وطنیت کو بدل کر رکھ دیا اور وہ مسلمانوں کو مسلم قومیت، ملی تشخص اور اسلام کی عظمت کی طرف لانا چاہتے تھے۔اقبال کہتے ہیں:

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تُو زباں تُو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تُو ہے(۱۱)

اقبال اپنی قوم کے لیے صنعت و حرفت کو لازمی قرار دیتے ہیں۔اس لیے وہ صنعتی تعلیم کی

طرف رجوع کرنے کو کہتے ہیں اور مسلمانوں کو صحیح اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو ان کا شاندار ماضی دکھا کر عہدِ گم گشتہ کو تازہ کرتے ہیں اور پھر سے مسلمانوں کو اپنی اسلامی اقدار و روایات اپنانے کا درس دیتے ہیں:

تھے تو آبا وہ تمھارے ہی ، مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو(۱۲)

انھیں ملتِ اسلامیہ کے زوال کی سب سے بڑی وجہ فرقہ بندی نظر آتی ہے، جس کا اظہار انھوں نے اپنی شاعری میں مختلف جگہوں پر کیا ہے۔ ''جوابِ شکوہ'' میں لکھتے ہیں:

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں(۱۳)

فرقہ بندی سے متعلق افکار انھوں نے اپنی نظمیں ''فریادِ اُمت''، ''تصویرِ درد'' سید کی لوحِ تربت'' اور ''جوابِ شکوہ'' میں بیان کیے ہیں۔ فکرِ اقبال میں وطنِ عزیز کے ساتھ محبت کا جذبہ اور مسائل کے حل کے لیے خلوص پر مبنی جدو جہد، یقینِ محکم اور مسلسل تگ و دو کا درس شامل ہے۔ موجودہ دور کا انتشار افراتفری اور بگاڑ کی بڑی وجہ دینی اقدار و روایات سے دوری ہے۔ اقبال محبت کو اپنانے کا درس دیتے ہیں کہ اسلام محبت اور امن کا دین ہے۔ اس کو اپنائے بغیر پریشانیوں سے نجات ممکن نہیں:

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے
محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے صحرا بھی
جرس بھی کارواں بھی ، رہبر راہزن بھی(۱۴)

اقبال کی نظمیں ''شمع و شاعر''، ''خضرِ راہ'' اس زمانہ کے حالات کا جائزہ لیتی ہوئی نظمیں ہیں۔ اس کے بعد مزید ''طلوعِ اسلام'' لکھی۔ جہاں اقبال ایک پیامبر کی حیثیت سے ظلمت کے اندھیروں میں گری ہوئی قوم کو اُمید کی کرن دکھاتے ہیں اور قوم کو مایوس نہیں ہونے دیتے۔ یہ وہ دور ہے جب اقبال کی فکر پر اسلامی فلسفے کے بہت گہرے اثرات موجود ہے اور خود کو نبی الزمان کی محبت میں غرق کر لیتے ہیں اور ان کی فکر کا انداز ہی تبدیل ہو جاتا ہے۔ اب وہ ''شفا خانہ حجاز''، ''میں اور تو''، ''صدیقؓ''، ''بلالؓ'' اور ''جنگِ یرموک'' جیسی نظمیں لکھ کر سرزمین حجاز میں ہی مرنے کی خواہش کرتے ہیں۔ اقبال کی شاعری کا یہ وہ زمانہ تھا جب انھوں نے فارسی کلام کی طرف زیادہ توجہ دی اور فلسفۂ خودی پوری طرح متشکل ہو کر سامنے آیا اور اسی فلسفہ کا ایک پہلو عشق و عقل تضاد شکل اختیار کر کے سامنے آیا جن کے اظہار کے لیے انھوں نے ''اسرارِ خودی'' اور ''رموزِ بے خودی'' جیسی کتب لکھیں۔ اقبال کے فکری ارتقا میں ابتدا سے لے کر آخر تک کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں جن میں کبھی ایک فکری رنگ گہرا تو کبھی دوسری

کا گہرا دکھائی دیتا ہے۔ شاعر معاشرے کا ایک حساس فرد ہوتا ہے وہ جس قدر شدت سے کسی معاملے کو محسوس کرتا ہے اسی شدت سے اس کا اظہار اپنے کلام میں کرتا ہے۔ اقبال کے فکری ارتقا میں یہی حساس پن مختلف روپ دھارتا ہے اور پھر اسے مختلف حوالوں سے بیان کرتا ہے۔ اقبال کے فکری ارتقا کے متعلق حمید احمد خان لکھتے ہیں:

> ''وہ (اقبال) ایک ایسے چمکتے ہوئے ستارے کی مانند تھا جو ہر لحظہ نئے بروج و فلاک کی طرف مصروف خرام رہتا تھا۔ وہ شاعروں کی صف میں ''پیغمبر'' اور ''پیغمبروں'' کی صف میں شاعر معلوم ہوتا تھا۔ اس کا اہم ترین وظیفہ حیات، انسانی زندگی کو بہتر اور بلند تر بنانا تھا۔ ہندوستان اور مشرق اور اسلام اس کے ''پیغمبرانہ'' اضطراب کے مختلف زینے تھے لیکن خواہ وہ نیچے کے زینے پر کھڑا نظر آئے یا اوپر کے زینے پر، وہ ہر رنگ میں زندگی کا ایک معمار ہے۔ اس کی چالیس سال کی سرگرمیاں دراصل ایک ہی سرگرمی کے مختلف پہلو ہیں۔ شروع میں وہ ہندوستان پھر ایشیا اور پھر کائنات اسلام کی تعمیر کو وہ اپنے حلقۂ عمل میں شامل دیکھتا ہے، اس کی حرکت کا دائرہ بتدریج وسیع تر ہوتا جاتا ہے، مگر اس ارتقا میں کوئی تناقض، کوئی نام نہاد انقلاب کہیں نظر نہیں آتا۔ اس کے طلوع وظہور کے تین افق ایک ہی آسمان کے تین افق ہیں۔ یہ سہ گانہ ارتقا دراصل ایک ہی حرکت کا تدریجی انکشاف تھا۔''(۱۵)

اقبال کے فکری ارتقا کے سفر میں ایک نیا تصور، تصورِ ابلیس بھی سامنے آتا ہے۔ وہ اپنی نظمیں ''جبریل و ابلیس''، ''ابلیس نامہ''، ''ابلیس و یزداں''، ''ابلیس کی مجلسِ شوریٰ'' وغیرہ اسی حوالے سے لکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اشتراکیت، شہنشاہیت اور جمہوریت پر بھی ان کے فکری تصورات ملتے ہیں۔ نظم ''خضرِ راہ'' میں سرمایہ درانہ نظام کی بھرپور مذمت کی ہے۔ اس کے علاوہ اقبال کا فکری ارتقا انھیں حقیقتِ اولیٰ کے سفر تک لے جاتا ہے۔ وہ اس سفر میں وجدان کے ساتھ ساتھ عقل کی اہمیت کو بھی مانتے ہیں۔ یہ سب ان کے فکری ارتقا کے مختلف مراحل ہیں۔ اب موجودہ دور میں ہمیں جن مسائل اور چیلنجز کا سامنا ہے ان سے نجات ہم فکرِ اقبال پر عمل پیرا ہو کر حاصل کر سکتے ہی اور پاکستان یقیناً ایک اسلامی معاشرہ بن سکتا ہے۔ اقبال اس سلسلے میں بہت پر اُمید تھے اور مسلمانوں کو اقوامِ عالم میں ایک باوقار مقام حاصل کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے:

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے(۱۶)

حوالہ جات

۱۔ فتح محمد ملک، پروفیسر، اقبال فراموشی، لاہور:سنگِ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۲ء،ص:۱۸۱
۲۔ محمد حنیف شاہد، مفکرِ پاکستان، لاہور:سنگِ میل پبلی کیشنز،۱۹۸۲ء،ص:۶۰
۳۔ عبدالقادر، شیخ، دیباچہ:کلیاتِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی،۲۰۱۴ء،ص:۳۹
۴۔ محمد اقبال، کلیاتِ باقیاتِ شعرِ اقبال، مرتب: ڈاکٹر صابر کلوروی، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان،۲۰۰۴ء، ص:۲۴۴
۵۔ ریاض احمد، ڈاکٹر، اقبال اور برصغیر کی تحریکِ آزادی، لاہور: آئینہ ادب، انارکلی،۱۹۷۸ء،ص:۱۶
۶۔ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی،۲۰۱۴ء،ص:۲۰۱
۷۔ ایضاً، ص:۱۲۴
۸۔ محمد اقبال، کلیاتِ باقیاتِ شعرِ اقبال، ص:۳۹
۹۔ محمد اقبال، مقالاتِ اقبال، مرتبہ: سید عبدالواحد، محمد اقبال قریشی، لاہور: آئینہ ادب،۱۹۸۲ء،ص:۸۷
۱۰۔ محمد اقبال، بانگِ درا، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،۲۰۱۲ء،ص:۲۰۲
۱۱۔ ایضاً، ص:۲۴۹
۱۲۔ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال، ص:۲۰۱
۱۳۔ ایضاً، ص:۲۳۰
۱۴۔ ایضاً، ص:۵۷
۱۵۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اقبالیات کے نقوش، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان،۱۹۷۷ء،ص:۴۹۔۵۴۸
۱۶۔ محمد اقبال، بانگِ درا، ص:۱۹۵

☆......☆......☆